Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

حفیظ خان کی افسانہ نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Hafeez Khan's Fiction

Rashid Rasool
PhD Siraiki Scholar, Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur
Prof. (R) Dr. Jawed Hassaan Chandio
Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur

راشد رسول
پی ایچ-ڈی سرائیکی سکالر شعبہ سرائیکی دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
پروفیسر (ر)ڈاکٹر جاوید حسان چانڈیو
شعبہ سرائیکی دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

Abstract

Hafeez Khan is the prominent feature of Siraiki literature. He has contributed significantly to Siraiki prosoic literature through his pen. He is not only a short stories writer but also a dramatist, critic, translator researcher, columnist and writer at the same time.He was born in 1956 at Dera Nawab Sahib, Tehsil Ahmadpur East. He received his primary education from his native town and did his graduation from Government Sadiq Egerton College, Bahawalpur. M.A History and LLB from Bahaudin Zakria University Multan also. He joined the Department of Law in 1982 as a civil Judge and served in the Department of Judiciary for 35 years.As a fiction writer, Hafeez Khan wrote more than fifty masterpiece short stories. If we read anyone of his stories, each story seems to be better than the other. New thought and new thinkings are prominent in his fiction. Initially, he wrote short stories children in the Monthly Naonihaal, education and training, daily Jang Karachi and Amroz Multan. The first collection of his fiction "Vaindi Rutt di Shaam" published in 1990, the second collection of fiction "Andar Laikh daa Saik" was published in 2004. Hafeez Khan's Masterpiece fiction and the collection of legends illuminates Saraiki theoretical literature in the new light. His fictions, decorated with new dimensions and new ideas. There is a long list of fiction writer in Siraiki language but in list of all these the name of Hafeez Khan is prominent one. The whole of Siraiki Wasaib can be seln moving in these legends in Siraki land, social, political and cultural values of Wasaib. Human social values and ethic have been prominently highlighted. Fiction written by Hafeez Khan can be included in the list of world's fiction. The role of these legends is prominent in the development and promotion of Siraki language and literature. Hafeez Khan's written fictions can be placed in the list of fiction written of any local and regional or national language Hafeez Khan Fiction have its significant importance.

Keywords: *Amroz, Egerton, Hafeez, Khan, Siraiki, Wasaib*

کلیدی الفاظ: امروز، ایجرٹن، حفیظ، خان، سرائیکی، وسیب

کسی بھی زبان کا ادب دو بنیادی حصوں میں منقسم ہوتا ہے جس میں ایک حصہ منظوم اصناف پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ دوسرے حصے کا تعلق نثری اصناف ادب سے ہوتا ہے۔ زبانیں اپنے ادبی ذخیرے کی بدولت ہی بڑھتی پھلتی پھولتی اور نئے نئے رنگوں کے بھیس بدلتی دکھائی دیتی ہیں۔ یہی اصناف ادب اس مخصوص زبان بولنے والے لوگوں کے تہذیبی، سماجی، ثقافتی اور معاشرتی ہم آہنگی کو قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ دنیا کی تقریباً ہر زبان کا ابتدائی ادب شعری اصناف ادب پر مشتمل نظر آتا ہے اس کے بعد نثری ادب اپنے مشمولہ اصناف کے ساتھ اس زبان کے ادب کا حصہ بنتا ہے یعنی دونوں ہی زبان کے عمل دخل اور سماج کی ترقی کے لیے لازم وملزوم تصور کیئے جاتے ہیں ویسے تو عالمی ادب میں مختصر کہانی یا افسانے کی تاریخ اتنی قدیم نہیں ہے۔ بس یہی کوئی دوصدیوں کے سفر پر محیط ہے جو بیسویں صدی میں آگے بڑھتا نظر آتا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اس کی بات سنتا ہے عمل کرتا ہے اور اسی پر کاربند بھی رہتا ہے جو اس کے لیے اہم ہوتا ہے ایک مضبوط عمارت بن کر یہی اہمیت ان زینوں پر قائم ہوتی ہے۔ جو ڈر خوف کی انتہا یا پھر محبت، حسن، عشق یا ہیت پرم کے لیے کوہ قاف کی پریوں اور حسن کی دیوی جیسی خوبصورت شہزادیوں کے تصورات لیے محرک نظر آتا ہے۔ خوف اور ڈر کے لیے انسان کے پاس ہمیشہ جن، بھوت، دیہہ، بادشاہ، وزیر اور حاکم موجود ہوتے ہیں۔ یہ تمام کردار انسان کی پہنچ سے بہت دور موجود تھے۔ انسان نہ تو ان سے بات چیت کر سکتا تھا اور نہ ہی ان کو وجود کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ ان سے اپنے دل کی بات بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سرائیکی زبان میں یہ ابلاغ تصوراتی ہی تھا۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے نثری اصناف ادب کی تمام صنفوں میں افسانہ ہی وہ صنف ہے جس نے مخفی قصے سننے والے لوگوں کو معتبر بنادیا یہ سفر اتنا ہی تھا کہ کہانی انہی سے شروع ہو کر ان پر ختم ہو جاتی تھی۔ اس طرح کہیں انسان ان خود ان قصے کہانیوں کا جیتا جاگتا کردار بن گیا، اس عمل کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ افسانے کا تحریر میں آنا ہی کہیں بادشاہت اور ملوکیت کے خاتمے کا سبب بنا اور کم وبیش اسی عرصہ میں جمہوریت کا آغاز ہوا۔ عالمی منظر نامے میں اس عرصے میں قصے اور داستان کا تقریباً اختتام ہوتا نظر آتا ہے۔

اس عرصہ میں افسانہ عوامی جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتا۔ ادب کی نئی خوشبو بکھیرتا اپنے سفر آگے بڑھاتا نظر آتا ہے۔ امریکہ میں افسانہ نگاری کا آغاز دوصدیاں پہلے دکھائی دیتا ہے جو کہ اس تحریک کے ردعمل کے طور پر تصوراتی طور پر ابھرا جو پہلے اس خطے میں موجود تھی اور پھر تمام مہذب دنیامیں عوامی اقتدار کی بنیاد کا سبب بنی۔

سرائیکی زبان میں افسانہ نگاری کی ابتداء کا تذکرہ کریں تو ابتدائی افسانہ نگار اُردو افسانے سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ اُردو زبان کے جدید ادب سے متاثر ہو کر مقامی نثر نگاروں نے سرائیکی زبان میں علاقائی افسانہ شروع کیا۔ اردو زبان میں منشی پریم چند نے عام لوگوں کی ریت رہتل اور روایتوں کو اپنی تحریروں کا موضوع بنا کر افسانے کی بنیاد رکھی۔ اس افسانے نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ جو کہانیاں بادشاہوں، وزیروں، جنوں، بھوتوں اور پریوں کی زندگی کے متعلق تھیں وہی کہانیاں مقامی کرداروں جیسا کہ ڈیوایا، میرو، ممدو نبو، گاموں، نبلو، جندو اور بھرانواں جیسے کرداروں کی بھی ہو سکتی ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کے حوالے سے بات کی جائے تو قیام کے فوراً بعد سے ہی افسانہ کسی نہ کسی شکل میں نمودار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ سرائیکی زبان میں نثر نگاروں نے افسانے کی طرف بھرپور توجہ دی اور اس کے ابتدائی نامہ نگار تحسین سبائے والوی قرار

پائے ان کا افسانہ شائع ہو کر 1967ء میں منظر عام پر آ گیا۔ ان کے ہم عصر افسانہ نگاروں نے بھی یہی اس میدان میں زور قلم آزمایا ہو گا مگر ان کی تحریریں شائع شدہ حالت میں دستیاب نہ ہو سکیں۔

1976ء خواتین افسانہ نگاروں میں مسرت کلانچوی وہ نام ہے جس نے پہلا با قاعدہ مجموعہ لکھ کر افسانہ نگاری کا با قاعدہ آغاز کر دیا یوں "اُچی دھرتی جھکا آسمان" پہلا سرائیکی افسانوی مجموعہ قرار پایا۔ اس عرصے سے پیشتر بشری رحمن، شیما سیال، بتول رحمانی، اقبال بانو اور نجمہ کوکب کے نام بھی افسانہ نگاروں کی اس فہرست میں نظر آتے ہیں۔ 1970ء کی دہائی میں جن خواتین افسانہ نگاروں نے سرائیکی افسانے کی بنیاد کو مضبوط کیا۔ ان میں غزالہ احمدانی، سعید افضل، پروین عزیز، شاہدہ رحمن، صبیحہ قریشی، شاہدہ عطا مقدس، رخسانہ علی، میمونہ طاہر، رفیعہ ضیاء عباسی اور بشریٰ قریشی نمایاں ہیں۔

سرائیکی ادب میں کہانی سے افسانے تک کا سفر طویل نظر آتا ہے۔ کہانی تو شاید اس سماج کے لوگوں کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی مانند ان کے وجود کا حصہ رہی ہے۔ یوں کہانی اور قصے کا تعلق سرائیکی سماج کے ساتھ کئی نسلوں اور کئی صدیوں سے گہرا تعلق موجود رہا ہے۔ آج کے افسانے کا تذکرہ کریں تو سرائیکی کے ابتدائی افسانہ نگاروں میں تحسین سبائے والوی اور غلام حسن حیدرانی نمایاں مقام اور رتبے کے حامل ہیں۔ اُردو افسانے متاثر ہو کر سرائیکی زبان میں افسانہ لکھنے والے افسانہ نگاروں میں عامر فہیم، بتول رحمانی اور مسرت کلانچوی نمایاں ہیں۔ جنھوں نے ثقافتی اور تہذیبی حیاتی پر اپنے افسانے کی بنیاد رکھی۔

عامر فہیم کا مجموعہ "جاگدی اکھ داخواب" احسن واگھا کی تحریریں تھل کرن دریا اور ادی واسی لکھیں۔ اس سے پیشتر 1948ء میں اُچ شریف سے تعلق رکھنے والے آصف اچوی نے "جھاڑو دا تیلا" کے عنوان سے سرائیکی افسانہ لکھا۔ 1969ء سے سرائیکی افسانے کا با قاعدہ آغاز ہمیں نظر آتا ہے۔ اس سال پہلا ترجمہ شدہ افسانہ اکرم فریدی کا شائع ہوا۔ 1976ء میں ڈاکٹر قاسم جلال کی شائع کتاب "ہنجوں تے ہیرے" میں بھی ایک افسانہ شامل تھا۔

آج کے دور میں افسانہ نگاروں کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے افسانہ چاہیے سست رفتاری کی چال چلتا رہا مگر کچھ عرصہ بعد اس میدان میں قابل اور محنتی نثر نگار شامل ہوتے چلے گئے جنھوں نے افسانے کی بنیاد کو نہ صرف مضبوط کیا بلکہ اس کے موضوعات میں وسعت کا سبب بھی بنے۔ مسرت کلانچوی، عامر فہیم، احسن واگھا، تحسین سبائے والوی اور غلام حسن حیدانی جیسے نامور افسانہ نگاروں کے ساتھ جدید دور کے علوم سے فیض یاب ہونے والے افسانہ نگار محمد حفیظ خان آج کے افسانہ نگاروں کی دوڑ میں سب سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے افسانے جدت کے ساتھ ساتھ روایت سے بھی جڑے نظر آتے ہیں۔ یوں ان دو تمدنوں کا حسین امتزاج حفیظ خان کے افسانوں میں نشابر نظر آتا ہے۔

سرائیکی کہانی، ناول اور افسانے کے موضوعات پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جو بھوک، پیاس، دُکھ، تکلیفیں مصائب و مسائل اور اقدار کی توڑ پھوڑ، حرص و ہوس، طمع و لالچ اور ان تمام سے پیدا ہونے والی ناامیدی اور مایوسی کا تذکرہ ملتا ہے۔

انیسویں صدی کے عوامل میں امریکہ میں مختصر افسانے کی ابتداء ہوئی اس سے قبل مختصر ناول کی ابتداء وہاں ہو گئی تھی۔
سرائیکی زبان کی مُحقق اور دانشور محترمہ قدسیہ قاسم حفیظ خان کے ابتدائی افسانے کے بارے میں تحریر کرتی ہیں:

"حفیظ خان نے پہلا افسانہ 1975ء میں لکھا جو کہ ریڈیو پاکستان بہاول پور کے پروگرام "روہی دے راجے" میں "ہیرے تے ککرے" کے عنوان سے نشر ہوا"۔(1)

ابتداء سے ہی یہ بحث جاری رہ گئی ہے کہ سرائیکی وسیب اور سرائیکی زبان کا پہلا افسانہ نگار کون ہے؟ کہیں تحسین سبائے والوی کا نام لیا جاتا ہے اور کہیں غلام حسین حیدرانی کا نام پیش کیا جاتا ہے۔ اس جھگڑتے کو ختم کرتے ہوئے اور دونوں افسانہ نگاروں کے مقام کا تعین کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے یوں ختم کیا ہے جسے ڈاکٹر حمید الفت ملغانی نے اس طرح پیش کیا ہے:

"میرا خیال ہے کہ غلام حسن حیدانی کی کہانی "افسانے کے تقاضے پوری کرتی ہے۔ اس لیے غلام حسن حیدانی سرائیکی زبان کا پہلا افسانہ نگار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ماننا ہو گی کہ تحسین سبائے والوی کی اہمیت بھی کم نہیں ہے"۔(2)

حفیظ خان کے افسانے انسانی کردار اور ان کی تہہ تک کا اظہار کرتے ہیں اور عام طور پر قاری کی نظر نہیں پڑتی یا پڑھنے والے لوگ خود ہی اپنی آنکھ جان بوجھ کر بند رکھتے ہیں۔ حفیظ خان کے افسانوی کے موضوعات ملے جلے ہیں وہ انسان کے صرف منفی جذبوں کی عکاسی نہیں کرتا بلکہ مجموعی طور پر زندگی کے عکاسی ہیں۔ جن میں اچھائی اور برائی دونوں موجود ہیں۔
افسانہ اپنے نمایاں روپ و رنگ رکھتا ہے۔ کبھی مختصر افسانے کا رواج تھا پھر اس نے روپ تبدیل کیا تو افسانچہ ہمارے ادب کا حصہ بن گیا۔ اس آگے اس نے سفر کیا تو طویل افسانہ سرائیکی ادب کا حصہ بن گیا۔ افسانے کے اس طرح کے رنگ و رُوپ بارے عزیز میر ٹھی لکھتے ہیں:

"حفیظ خان کا منفرد اسلوب ہے اس انوکھے انداز میں لکھے گئے افسانے پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ اگرچہ اسے آج تک کے گذرے دونوں کے افسانوں کے ساتھ ملا جُلا دیا جائے تو پھر بتا منشاء اور میاں منشاء اپنے رنگ ڈھنگ کے ساتھ اس وقت شناخت ہو جاتے ہیں۔ لگتا ہوں ہے کہ مختصر افسانے ابھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔"(3)

سرائیکی ادب میں افسانے کے موضوعات کی جانچ پڑتال کریں تو طرح طرح کے موضوعات اس کے دامن میں سموئے ہوئے ہیں فن و فکر کے لحاظ سے ان افسانوں میں سماجی اُونچ نیچ کو موضوع بنایا گیا ہے۔
سرائیکی افسانے میں جہاں ایک طرف معاشرتی تضاد کو بیان کیا گیا ہے ظلم، تشدد اور استحصال کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے وہاں رحم، ہمت اور حوصلے عزم و استقلال اور صبر کی تلقین کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ سرائیکی افسانوں میں جہاں اخلاقی اقدار کی پامالی

نمایاں ہے وہاں ان اخلاقی اقدار کی پیروی کرنے والے کرداروں کی موجودگی بھی نمایاں ہے۔ ڈاکٹر نسیم اختر اس عمل کی وضاحت کچھ اس طرح کرتی ہیں:

> "سرائیکی افسانہ کبھی ہمیں اخلاقی اقدار کی پامالی کا نوحہ سنائی دیتا ہے اور کبھی سُکھ چین کی بانسری بجاتا اور ہر طرف ہریالی بکھیرتا نظر آتا ہے۔ کبھی منٹو کے افسانوں کی طرح کڑواہٹ اُگلنے لگتا ہے اور کبھی کسی واقعے کے پس منظر میں چُھپ کر قاری ہشاش بشاش نظر آتا ہے اور دوسری طرف مقصدیت کا پلو پکڑ تک تمثیلی میدان کو ہموار کرتا نظر آتا ہے۔ سرائیکی افسانے کے ایسے رنگ کہیں پھیکے اور کہیں شوخ رنگوں کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں تمدن رقص کرتا دکھائی دیتا ہے اور کہیں ڈپٹی نذیر احمد کی طرح اخلاقی درس کا حامل اور کہیں تہذیب کا عکاس بن جاتا ہے"۔(4)

سرائیکی افسانے کے آغاز و ارتقاء میں رسائل و جرائد کا کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ اس کے بعد باقاعدہ طور پر افسانوی مجموعے منظر عام پر آتے رہے ہیں۔ حفیظ خان کا افسانوی مجموعہ "ویندی رُت دی شام" پاکستان سرائیکی رائیٹر گلڈ ملتان کی طرف سے 1990 میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں 9 افسانے شامل ہیں اور یہ مجموعہ 109 صفحات پر مشتمل ہے۔

حفیظ خان کے افسانوں کی کہانی جاندار اور مکمل ہوتے ہیں۔ ان افسانوں میں دلچسپی کا عنصر ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ ان کہانیوں میں انسان کے اندر کی سچائی بیانیہ واضح ہے۔ اپنے تمام افسانوں پر تبصرہ کرتے ہوئے حفیظ خان خود لکھتے ہیں:

> "کسی نے مُجھ سے محبت سے پوچھا جو کسی طرح کی کہانی لکھتے ہو تو میں نے کہا کہانیوں میں سے کہانی بناتا ہوں کرداروں کو وجود میں لاتا ہے اور کردار خود بولنا شروع کر دیتے ہیں"۔(5)

حفیظ خان کے افسانوی مجموعے "ویندی رت دی شام" کو پڑھا جائے تو تو اس کے تمام کردار ہمیں سماج کا وجود نظر آتے ہیں یہ کردار ہماری نظروں کے آگے موجود رہتے ہیں مگر ہم ان پر توجہ نہیں دیتے ان افسانوں کے کردار زندگی کی توڑ پھوڑ کا شکار بھی ہیں اور زندگی کی بقاء کی تگ و دو میں جہد مسلسل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کردار وسیب کے حقیقی نمائندے اور عکاس ہیں۔

حفیظ خان کے افسانوی میں کہیں بھی بناوٹ نظر نہیں آتی انسانی زندگی کی بقاء ان افسانوں کا جزو لازم ہے۔ سرائیکی محقق اور دانشور سئیں ظفر لشاری لکھتے ہیں:

> "ونیدی رُت دی شام، ایک حساس شام ہے جس کی میٹھی میٹھی ملائی میں ٹوبھے کے کنارے بیٹھ کر پانی بھرتی ہوئی دوشیزاؤں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مراد کے ارمان اور چھوٹے چھوٹے کُرلاٹ وسیب کی ظالم رسم کے لیے قربانی، رووبے کی رُوح پر قائم کی گئی۔ مقصد بھری زندگی کا پیغام تیلی پہلوان کے زٹل، اپاہیپ کا اپنی بغل میں ہاتھ دے کر کلکتی چلانا

اس کی خوبصورت آواز اور پھر نہر کنارے بیٹھ کر اپنی خالہ کے گھر کو غور سے دیکھنا آہیں بھرنا، جنت، حور قصور اور مولوی عبد القدوس کی طرح طرح کی باتیں اور ان کی کڑواہٹ ہمیشہ کانوں میں گونجی رہے گی"۔(6)

حفیظ خان کے افسانوی "اندر لیکھ داسیک" نے سرائیکی افسانے کو ایک نئی سمت سے روشناس کرایا ہے۔ ان انسانوں میں لاجواب منظر نگاری پیش کی گئی ہے۔ وسیبی خوشیاں اور رونقیں نمایاں ہیں۔ میل ملاپ، بات چیت، ٹھٹھا مخول، ٹوٹ پھوٹ، خفاء ہونا، مل جانا اور چالاکی، مکاری، ہوشیاری کے عناصر موجود ہیں۔ اس مجموعے میں سیاست دانوں اور وڈیرہ شاہی کی لوگوں کے ساتھ بے حسی، جھوٹی شان و شوکت اور سرد مہر رویوں کو پیش کیا گیا ہے۔ آج کے سیاست دان زمین کے فرعون بن گئے ہیں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے جب اللہ پاک انصاف کرتا ہے تو عبرت کے نشان بنا دیتا ہے۔

اسلم رسول پوری، حفیظ کے اس مجموعے پر کچھ اس طرح تبصرہ کرتے دیکھائی دیتے ہیں:

اندر لیکھ داسیک کی کہانیاں انسان کے اندر کو روشن کرتی ہیں۔ انسان کے اندر موجود بندے کو سامنے لا کھڑا کرتی ہیں۔ انسان نے جو روپ اختیار کیے ہوئے ہیں وہ سب دکھاوا ہے۔ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حفیظ خان نے اندر کی تمام باتیں کہانیوں کے توسط سے ہمارے سامنے رکھ دی ہیں"۔(7)

حفیظ خان کے افسانوی مجموعہ "تن من سیں سریر" اس مجموعے کے افسانوں میں مرتی ہوئی اقدار ہیں جو ایک بندے کو اپنے دکھ درد، بھوک پیاس، بیماری تکلیف یا پھر کسی دوسری صلاحیت سے محرومی کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا جو ایسا کرنے سے اس کا جیون حرام ہو جائے گا اور دوسری طرف عورت بھی اس افسانے کا اہم موضوع ہے جو شادی کرنے کے بعد اپنے خاوند سے جنسی تسکین حاصل نہیں کر سکتی ہے۔ معاشرے کی تصویر کو ایک طرف رکھ کر نیا موڑ دھار لیتی ہے۔ تیلی اور اس کی ماں کی موت کی وجہ یہی بنتا ہے۔ اس افسانے کا پلاٹ آغاز سے تو بہت سادہ دکھائی دیتا ہے جس میں ٹھٹھ مخول اور ہنسی مذاق موجود ہے۔ اس میں ایسا کردار موجود ہے جو ان پڑھ ہے جنسی صلاحیت سے محروم ہے اپنی ذات کا بھرم قائم رکھنے کی خاطر روز حمام پر آکر نہاتا ہے اور اپنے دل کو تسکین کرتا ہے۔

انسانی نفسیات کو خوبصورت پیرائے میں مختصر طور پر پیش کیا گیا ہے۔ شادی کے بعد اولاد نہ ہونا بھی میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔ سماجی المیوں میں رشوت اور سفارش کا ناسور اس طرح جڑ پکڑ گیا ہے کہ اگر کوئی شخص انصاف پسندی سے کام کرے تو سماج اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ ایمان دار بندے کو رشوت لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

حفیظ خان کے افسانوں کا ایک اہم موضوع وسیبی لوگوں کی ضعیف الاعتقادی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کی زندگی بے عمل ہو جاتی ہے۔ غریب لوگ اپنی خون پسینے کی کمائی کو نذر نذرانے کے طور پر ایسے فراڈی جھوٹے پیر فقیروں کو دان کر دیتے ہیں۔

افسانوں کی سب سے اہم خوبی یہ ہوتی ہے کہ تخلیق کار اس کی کہانی اور کرداروں سے کس قدر انصاف کرتا ہے۔ حفیظ خان ایک ایسا قلم کار ہے جس نے اپنے افسانوں میں جاندار کردار پیش کیئے ہیں اس حوالے کو نامور افسانہ نگار عامر فہیم یوں پیش کرتے ہیں:

> "حفیظ خان کے افسانے وسیبی افسانے ہیں جن کے کرداروں کو ہم اپنے گرد و پیش میں چلتے پھرتے، بات چیت کرتے دیکھتے ہیں۔ ان کی کرداروں پر گرفت ان کے گہرے مشاہرے کا ثبوت ہے۔ یہ افسانے سرائیکی ادب میں یقیناً اہم اور نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ قاری اور نئے آنے والے افسانہ نگاروں پر یہ ضرور اثر ڈالیں گے"۔(8)

کسی بھی کہانی میں عورت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ حفیظ خان کے افسانوی مجموعے کو دیکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حفیظ خان کے افسانے بالواسطہ یا بلاواسطہ عورت کے ارد گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔ حفیظ خان خوبصورت سراپے میں عورت کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کی جوانی اور خوبصورتی کو موضوع بنایا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں عورت خوبصورت اور صحت مند نظر آتی ہے۔ صنف نازک کو ہر کوئی دیکھتا ہے اور اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریف کرتا ہے۔ عورت کی تعریف کا انداز ان افسانوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ افسانہ نگار نے عورت کے حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ حفیظ خان نے اس بات کو بھی اجاگر کیا ہے کہ عورت سوکن کا وجود برداشت نہیں کرتی۔

سرائیکی وسیب کے علاقوں میں بہت سارے علمی وادبی، ثقافتی میلے ٹھیلے اور کٹھ منعقد ہوتے ہیں جو ثقافت کی نمائندگی کرتے اور انسان کی شناخت بنتے ہیں۔ یہ میلے زیادہ تر صوفیائے کرام اور اولیائے کرام کے مزارات کے سالانہ عرس کے موقع پر منعقد کیئے جاتے ہیں۔ ان میلوں ٹھیلوں کا تذکرہ افسانے میں کچھ اس طرح سے کیا گیا ہے:

> "عرس قلندر شہباز کا ہو یا میلہ چنن پیر کا، سفر لاہور کا ہو یا سخی سرور کا ہر طرف نوجوان تیار دکھائی دیتے ہیں۔ صوفیاء سے محبت کرنے والے اور جان قربان کرنے والے جنہیں ان پڑھ مُلاں سے خدائی پیر ہوتا ہے"۔(9)

معاشرتی اوُنچ نیچ سماج میں ایسے المیوں کو جنم دیتی ہیں جس سے لوگوں کی زندگیاں جہنم بن جاتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سرائیکی وسیب کے زیادہ تر باشندے پڑھ لکھے نہیں ہیں۔ حفیظ خان کے افسانے سچائی اور حقیقت کے نزدیک ہیں۔ یہ ہمارا سماجی المیہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسا معاشرہ موجود ہے جنہوں نے انسانوں کی تقسیم دھن دولت اور عہدے رُتبے کی بنیاد پر کی ہوئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہاں بسنے والے سیدھے سادھے معصوم لوگ کسی سے بغض اور عداوت نہیں رکھتے۔ اپنے وسیبی لوگوں کی خوشیوں میں بغیر کسی تخصیص کے شامل ہوتے ہیں جب کہ امراء ان معصوم لوگوں کو اپنا نہیں سمجھتے اور ان سے حقارت اور

نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وڈیروں کے اسی رویے پر یہ معصوم لوگ سسکیاں اور آہیں بھرتے اپنی فریاد اپنے رب کے حضور کرتے نظر آتے ہیں۔

سرائیکی زبان میں لکھے گئے افسانوی مجموعوں میں حفیظ خان کا مقام نمایاں ہے افسانے کو نئی سمت سے متعارف کروانے والے اس قلم کار نے اپنی محنت، جدوجہد اور زبان کے ساتھ اُنس کی بدولت اپنی تحریروں کے ذریعے پڑھنے والے قاری کے دلوں میں جگہ بنائی ہے۔ حیاتی کے مختلف موضوعات سے منسلک ان افسانوں میں پورا سرائیکی وسیب اپنی ریت رہتل کے ساتھ سانس لیتا دکھائی دیتا ہے۔

موضوع کے حوالے سے محقق اور دانشور سید مختار علی شاہ لکھتے ہیں:

> "سرائیکی افسانوں میں سرائیکی وسیب اوراس کی تہذیب و تمدن، یہاں کے باشندوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل، دکھ درد، جاگیر داری کے مسائل، بھوک، پیاس، تکلیف، اداسی، محبت اور نفرت جیسے تمام رومانوی جمالیاتی، نفسیاتی، معاشرتی، معاشی اور ترقی پسندانہ موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وسیب کے لوگوں اور ان کے وسیب کے موضوع بنایا گیا ہے"۔(10)

حفیظ خان سرائیکی وسیب کا ایک منفرد مقام رکھنے والا لکھاری ہے جس نے اپنے بھرپور تجربے کا استعمال زبان کے ساتھ محبت کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے جس کی تحریروں کی بدولت سرائیکی ادب میں بھرپور اور توانا اضافہ ہوا ہے۔ مشرقی اقدار کی بھرپور نمائندگی کی گئی ہے اور سماج کا اصل چہرہ بے نقاب کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. قدسیہ قاسم، سرائیکی افسانے دافنی ویورا، وسیب پبلشرز، بہاول پور، اگست 2007ء، ص:145
2. نسیم اختر، سرائیکی افسانے وچ خواتین دے مسائل، جھوک پبلشرز، ملتان، دسمبر 2012ء، ص:41
3. عزیز میرٹھی، ماہنامہ تخلیق، لاہور، اپریل 2005ء، ص:13
4. نسیم اختر، سرائیکی افسانے وچ خواتین دے مسائل، جھوک پبلشرز، ملتان، دسمبر 2012ء، ص:45
5. حفیظ خان، اندر لیکھ داسیک، (میری کہانیاں)، لاہور الحمد پبلی کیشنز، 2004، ص:22
6. حفیظ خان، ویندی رُت دی شام، ملتان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ، ڈوجھا ایڈیشن، 2019ء، ص:17
7. عصمت اللہ شاہ، حفیظ خان کی تخلیق جہتیں، ملتان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ، ملتان، مئی 2010ء، ص:11
8. عصمت اللہ شاہ، حفیظ خان کی تخلیق جہتیں، ملتان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ، ملتان، مئی 2010ء، ص:94
9. حفیظ خان، اندر لیکھ داسیک، (میری کہانیاں)، لاہور الحمد پبلی کیشنز، 2004ء، ص:123

10. مختار علی شاہ، سرائیکی افسانے دی ٹور، (مضمون) سہ ماہی سرائیکی، بہاولپور، 2000ء شمارہ نمبر 43، ص:21

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Qudsiya Qasim: “Siraiki Afsany Da Fani Wevra”, Waseeb Publishers, Bahawalpur, August 2007, P:145
2. Naseem Akhtar: “Siraiki Afsany Wich Khawateen Day Masail”, Jhok Publishers, Multan, December 2012, P:41
3. Aziz Merithy: Mahana Takhleeq, Lahore, April 2005, P:15
4. Naseem Akhtar: “Siraiki Afsany Wich Khawateen Day Masail”, Jhok Publishers, Multan, December 2012, P:45
5. Hafeez Khan: “Andar Lekh Da Saik, (Merey Khaney)”, Lahore Alhmad Publications, 2004, P:22
6. Hafeez Khan: “Wenday Rut Di Shaam”, Multan Institute of Policy and Research, 2nd Edition, 2019, P:17
7. Asmat Ullah Shah: “Hafeez Khan ki Takhliqi Jehteen”, Multan Institute of Policy and Research, Multan, May 2010, P:11
8. Asmat Ullah Shah: “Hafeez Khan ki Takhliqi Jehteen”, Multan Institute of Policy and Research, Multan, May 2010, P:94
9. Hafeez Khan: “Andar Lekh Da Saik, (Merey Khaney)”, Lahore Alhmad Publications, 2004, P:123
10. Mukhtar Ali Shah: “Siraiki Afsany Di Toor”, (Mazmoon) Quarterly Siraiki, Bahawalpur, 2000, Edition No. 43, P:21